قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 19 ستمبر 2020ء | 02 صفر 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:222

ارشادِ باری تعالیٰ

وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

(العنکبوت: 70)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے بطور حدیث قدسی بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے جاتا ہوں۔

(مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الذکر)

فرمانِ خلیفۂ وقت

ہر انسان کی استعدادیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اس کی سوچیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ جہاں تک استعدادوں کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی استعدادیں اور طاقتیں معیار کے حساب سے مختلف رکھی ہیں جیسا کہ میں نے کہا لیکن حکم یہ ہے کہ جو بھی استعدادیں ہیں ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تلاش اور جستجو کرو۔ اگر یہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف آنے کے راستے دکھائے گا۔ لیکن اگر انسانی سوچ ان استعدادوں کے انتہائی استعمال میں روک بن جائے، نفس مختلف بہانے تلاش کرنے لگے، تھوڑی سی کوشش کو جہد کا نام دے دیا جائے تو اس سے انسان اللہ تعالیٰ کو حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ جو شخص نہایت لاپرواہی سے سستی کر رہا ہے وہ ایسا ہی خدا کے فیض سے مستفید ہو جائے جیسے وہ شخص کہ جو تمام عقل اور تمام زور اور تمام اخلاص سے اس کو ڈھونڈتا ہے‘‘۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 566 حاشیہ نمبر 11)

پس خالص ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کو پا سکتے ہیں۔ یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے مختلف درجے ہیں جو ایک جہدِ مسلسل سے اللہ تعالیٰ کی توجہ کو جذب کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان بالغیب اور اس کی طاقتوں اور صفات پر کامل ایمان اس مسلسل کوشش کی طرف انسان کو مائل کرتا ہے۔ اگر صرف عقل کے ترازو سے اللہ تعالیٰ کی پہچان کی کوشش ہو گی تو اللہ تعالیٰ نظر نہیں آ سکتا۔ وہ اپنی طرف آنے کے راستے نہیں دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے اس کے راستوں کی تلاش کے لئے پہلی کوشش بندے نے کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہچان کے لئے بھی بندے کو اندھیرے میں نہیں رکھا کہ کس طرح راستے تلاش کرنے ہیں؟ سب سے اوّل اس زمانہ کے لئے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کے قیامت تک کے زمانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کو ہمارے سامنے رکھا ہے۔ اس میں سے راستے تلاش کرو۔ اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعہ انسان کو راستوں کی نشاندہی کرتا رہا ہے۔ اور پھر انبیاء کے ذریعے سے نشانات اور عجائبات دکھا کر اپنی ہستی کا ثبوت بھی پیش کرتا ہے تا کہ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کے راستوں کی پہچان ہو سکے۔

(خطبہ جمعہ 3/ ستمبر 2010ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

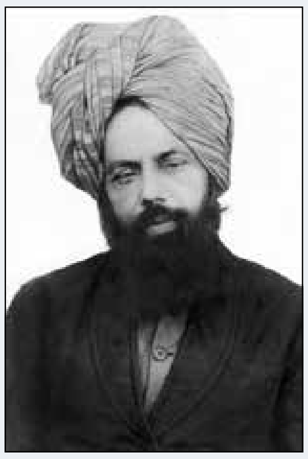

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں۔ آخر خدا تعالیٰ سعید روحوں کی کمزوری کو دور کرتا ہے اور پاکیزگی اور نیکی کی قوت بطور موہبت عطا فرماتا ہے۔ پھر اس کی نظر میں وہ سب باتیں مکروہ ہو جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں مکروہ ہیں۔ اور وہ سب راہیں پیاری ہو جاتی ہیں جو خدا تعالیٰ کو پیاری ہیں۔ تب اس کو ایک ایسی طاقت ملتی ہے جس کے بعد ضعف نہیں۔ اور ایک ایسا جوش عطا ہوتا ہے جس کے بعد کسل نہیں۔ اور ایسی تقویٰ دی جاتی ہے کہ جس کے بعد معصیت نہیں۔ اور ربّ کریم ایسا راضی ہو جاتا ہے کہ جس کے بعد خطا نہیں۔ مگر یہ نعمت دیر کے بعد عطا ہوتی ہے۔ اوّل اوّل انسان اپنی کمزوریوں سے بہت سی ٹھوکریں کھاتا ہے اور اسفل کی طرف گر جاتا ہے مگر آخر اس کو صادق پا کر طاقت بالا کھینچ لیتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ ’’وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا۔ یعنی نُثَبِّتُھُمۡ عَلَی التَّقۡوٰی وَالۡاِیۡمَانِ۔ وَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَ الۡمَحَبَّۃِ وَالۡعِرۡفَانِ۔ وَسَنُیَسِّرُھُمۡ لِفِعۡلِ الۡخَیۡرَاتِ وَتَرۡکِ الۡعِصۡیَانِ‘‘۔

(مکتوبات احمد یہ جلد 5 نمبر 2 صفحہ 47۔ مکتوب نمبر 31 بنام حضرت خلیفہ اوّلؓ)

اس شمارہ میں

نغمۂ واقفینِ نو (منظوم)

’’آؤ ہم دلوں کی عمارتیں بنائیں‘‘

حضرت مولوی مبارک علی صاحب بی۔ اے بنگالی

ایڈیٹر کی ڈاک

دربارِ خلافت

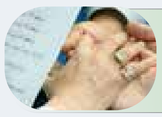

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس عوام الناس تو لاعلم ہے۔ ان کو جو مولوی پڑھاتے ہیں وہ آگے اس کا اظہار کر دیتے ہیں۔ آج بھی کئی احمدی اپنے واقعات بھیجتے ہیں کہ جب کسی طرح احمدیت کی حقیقت مخالفین کو بتائی گئی یا کسی شخص کو بتائی گئی جو مخالف تھا تو اس کی کایا پلٹ گئی۔ اسی طرح مجھے بھی بعض غیر از جماعت خط لکھتے ہیں کہ کس طرح ان کو احمدیت کی حقیقت معلوم ہوئی اور اب ہمیں پتا چلا ہے کہ مولوی ہمیں کس طرح گمراہ کر رہے تھے۔ افریقہ میں کئی ایسے واقعات ہیں جہاں بعد میں جماعتیں قائم ہوئیں اور انہوں نے اظہار کیا کہ ہمیں مولویوں نے غلط رنگ میں احمدیت کے بارے میں بتایا تھا۔ پس ہماری دعا یہ ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ امّت کو علماء سوء اور غلط لیڈروں سے بچائے اور عوام الناس کو حق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ حقیقی مسلمان کے لئے یہ مقدر ہے کہ مصائب اور مشکلات اور خطرات پیدا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتری کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔حضرت مولانا روم کا شعر ہے کہ

ہَرُ بَلاکِیُں قومِ رَا اُو دَادَہ است
زِیرِآں یَکُ گَنجُ ہَا بَنہِادَہ است

کہ اس خدا نے قوم پر جو بھی مشکل ڈالی اس کے نیچے اس نے ایک بہت بڑا خزانہ رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کو پڑھ کر ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی قوم یا جماعت واقع میں مسلمان بن جائے تو اس کے تمام مصائب اور تمام خطرات جن میں وہ گرفتار ہو اس کے لئے موجب نجات و ترقی ہو جاتے ہیں اور اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی جس کا نتیجہ اس کے لئے سُکھ نہیں ہوتا۔یعنی ہر مصیبت جو آتی ہے ہر مشکل جو آتی ہے اس کے پیچھے سُکھ اور آسانیاں ہوتی ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 9 صفحہ 167-166)

پس اس وقت تمام مسلم اُمّہ میں سے حقیقی مسلمان وہی ہے جو زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔ ہمارے لئے اگر مشکلات کھڑی ہوتی ہیں تو مستقبل کی خوشخبریاں دینے کے لئے ہیں اور یہ سچائی کو ماپنے کا بہت بڑا معیار ہے کہ مشکلات کے بعد سُکھ آتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ ہر ابتلا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کے سامان لے کر آتا ہے۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ بدخیالات کا اثر بغیر ظاہری اسباب کے صرف صحبت سے بھی ہو جاتا ہے۔ کوئی کسی کو کسی برائی میں پڑنے کی ترغیب دے یا نہ دے اگر کسی برے کی صحبت میں انسان وقت گزار رہا ہو تو وہ برائی لاشعوری طور پر اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ برے انسان کا اثر لاشعوری طور پر اس پر ہو رہا ہوتا ہے۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک سکھ طالبعلم نے جو گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص کا تعلق رکھتا تھا حضرت صاحب کو کہلا بھیجا یا دوسری روایت میں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے کہلا کے بھیجا (ماخوذ از اپنے اندر یکجہتی پیدا کرو ... انوار العلوم جلد 24 صفحہ 422) کہ پہلے مجھے خدا پر یقین تھا مگر اب میرے دل میں اس کے متعلق شکوک پڑنے لگ گئے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے کہلا بھیجا کہ جہاں تم کالج میں جس سیٹ پر بیٹھتے ہو اس جگہ کو بدل لو۔ چنانچہ اس نے جگہ بدل لی اور پھر بتایا کہ اب خدا تعالیٰ کے بارے میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا۔ جب یہ بات حضرت صاحب کو سنائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس پر ایک شخص کا اثر پڑ رہا تھا جو اس کے پاس بیٹھتا تھا اور وہ دہریہ تھا۔ جب جگہ بدلی تو اس کا اثر پڑنا بند ہو گیا اور شکوک بھی نہ رہے۔ تو برے آدمی کے پاس بیٹھنے سے بھی بِلا اس کے کہ وہ کوئی لفظ کہے اثر پڑتا ہے اور اچھے آدمی کے پاس بیٹھنے سے بِلا اس کے کہ وہ کچھ کہے اچھا اثر پڑتا ہے۔‘‘

(ماخوذ از ملائکۃ اللہ۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 537)

پس دنیا میں خیالات ایک دوسرے پر اثر کر رہے ہوتے ہیں مگر ان کا پتا نہیں لگتا۔ پس خاص طور پر نوجوانوں کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ ان کی دوستیاں، ان کا اٹھنا بیٹھنا، ایسے لوگوں سے ہو جو اُن پر بد اثر نہ ڈالیں۔ اسی طرح ٹی وی پروگرام ہیں۔ اس بارے میں بڑوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بچوں کو پروگرام دیکھنے سے روکتے ہیں تو وہ اگر بچوں کو ایسے پروگرام نہ بھی دیکھنے دیں جو بچوں کے اخلاق پر

بقیہ صفحہ 7 پر

نغمۂ واقفینِ نو

دلوں کو جیتنے کے دِن ہمارا اَب نصیب ہیں
بڑھے چلو بڑھے چلو کہ منزلیں قریب ہیں

بہارِ جاں فزِا سے ہم سجائیں گُل سِتانِ نو
زمیں کے باسیوں کو دیں سجا کے ارمغانِ نو
جبینِ وقتِ نو پہ ہم لکھیں گے داستانِ نو
بتا رہا ہے وقت یہ ہمیں تو اب ادیب ہیں
بڑھے چلو بڑھے چلو کہ منزلیں قریب ہیں

بڑھی ہوئی ہے تیرگی ڈرے ہیں سب حجر شجر
ہیں مہرومہ بھی زرد رنگ اور ستارے دربدر
سُکون و امن دینگے ہم پھریں گے ہم نگر نگر
جلائیں ہم چراغِ نو کہ سائے بھی مہیب ہیں
بڑھے چلو بڑھے چلو کہ منزلیں قریب ہیں

ہمِیں ہیں پاسبانِ نو جہاں میں ہم یقین ہیں
قلَم کی شان ہم سے ہے قلَم کے ہم امین ہیں
کٹارِ بے اماں پہ ہم جڑے ہوئے نگین ہیں
جہانِ نو ہمِیں سے ہے جہاں کے ہم نقیب ہیں
بڑھے چلو بڑھے چلو کہ منزلیں قریب ہیں

ہر اِک طرف ہیں ظُلمتیں پنپ رہی ہیں کُلفتیں
ہیں درد و غم کی کثرتیں کریں گے دور حسرتیں
مٹیں گی جگ سے نفرتیں ہمیں عزیز اُلفتیں
یہ بات کہہ رہے ہیں وہ خُدا کے جو حبیب ہیں
بڑھے چلو بڑھے چلو کہ منزلیں قریب ہیں

(پروفیسر کرامت راج ملٹن کینیڈا)

اداریہ

"آؤ ہم دلوں کی عمارتیں بنائیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"ہمیں دلوں کی عمارتیں بنانے کے لئے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ ہمیں اینٹ پتھر کی عمارتوں سے کیا غرض؟...... آئندہ لوگ آئیں گے جو سنگ مرمر کی عمارتیں بنائیں گے۔ ان میں سونے کا کام کریں گے۔ یہ کام ان کے لئے رہنے دو۔ آؤ ہم دلوں کی عمارتیں بنائیں۔"

(رپورٹ مشاورت 1927ء صفحہ 186)

اس عنوان پر کچھ لکھنے سے قبل اس میں موجود دو الفاظ دل اور عمارت کے لغوی معنوں کو جاننا ضروری ہے۔ دل جس کو قلب بھی کہتے ہیں انسانی جسم میں ایک بیضوی شکل کا اہم ترین عضو (Organ) جس پر سارے جسم کا انحصار ہوتا ہے۔ جس کا کام انسانی رگوں میں صاف خون پہنچانا ہے۔ جب تک یہ دھڑکتا ہے انسان زندہ رہتا ہے۔ اس کی حرکت بند ہونے سے انسان مرجاتا ہے۔ نیز اس کے معنوں میں حوصلہ، جرات، دلیری، ہمت، رغبت، مرکز، سخاوت اور فیاضی بھی آتے ہیں۔

جہاں تک عمارت (ع کی زیر کے ساتھ) کا تعلق ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق اس کے معنی آبادی، بستی، مکان، محل، مسکن یا گھر کے ہیں۔ اس کے معنوں میں ایسی چیز جو تعمیر کی جائے بھی آتا ہے اور بیان اللسان میں ع پر زبر یعنی عَمارت کے معنی ہیں پگڑی، ٹوپی، تاج اور عُمّارُ البیت سے مراد اہل خانہ یا گھر میں بود و باش رکھنے والے کے ہیں۔

درج بالا معنوں کے حوالہ سے اگر آج کے اداریہ کے عنوان کا احاطہ کیا جائے تو معنی یوں بنتے ہیں کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دلی خواہش تھی کہ ہماری جماعت ظاہرۃ اینٹوں، پتھروں اور سیمنٹ سے بنی ہوئی محض ایک عمارت نہ ہو جس کے اندر احباب جماعت آرام وسکون حاصل کریں بلکہ میری جماعت ایسے دلوں سے تعمیر ہوئی ایک ایسی عمارت ہو جس میں دل ایک دوسرے کے لئے دھڑکیں۔ ایک دوسرے کو صاف ستھرا مصفّٰی خون مہیا کریں، ایک دوسرے کے لئے تقویت کا باعث بنیں، ایک دوسرے کو حوصلہ دیں، ان کی ہمت بڑھائیں۔ ایک دوسرے کے لئے مرکزیت قائم کریں اور مالی سخاوت یا فیاضی سے ہی مالی مدد نہ کریں بلکہ عقلی، علمی، روحانی، اخلاق و سماجی سخاوت بھی کرتے رہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کام کریں اور جس طرح دل جسم کے دوسرے اعضاء کی کوتاہیوں، غلطیوں کو برداشت بھی کرتا ہے۔ اسی طرح ہم میں ہر ایک کو اپنے ماحول اور معاشرہ میں برداشت بھی کرنا ہے۔

یہ وہ عمارت یا آبادی تعمیر ہوگی۔ جس کے اندر ہم خلافت کے سایہ میں رہ کر پُرسکون، پُر فضا ماحول میں زندگیاں بسر کریں گے۔ یہ عمارت اتنی خوبصورت، دلکش اور پُرکشش ہوگی کہ غیروں کو دیکھ کر بھلی لگے گی جیسا کہ ہمارے مخالفین ہماری خوبیوں کا ذکر کرکے ہمیں سراہتے اور اپنی محفلوں میں اس کا ذکر کرتے ہیں اور آئے روز سوشل میڈیا پر ایسے clips سننے کو ملتے رہتے ہیں اور یہی عمارت ہماری پگڑی، ٹوپی اور تاج ہے جس پر ہم فخر بھی کرتے ہیں اور ہماری شان بلند کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ (بانی ذیلی تناظیم) نے لجنہ، انصار اور خدام کی تنظیموں کے قیام کے بعد جب مجلس اطفال الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تو آپؓ نے فرمایا کہ آج میں جماعت احمدیہ کی عمارت کی چوتھی دیوار مکمل کر رہا ہوں۔ جماعت احمدیہ کی عمارت اینٹوں، گارے اور سیمنٹ سے تو نہیں بنی۔ یہاں بھی دلوں کے ملنے کی عمارت مراد ہے مخلصین اور متقیوں کے پاکیزہ گروہ کی عمارت ہے۔ جو روز بروز بڑھتے ہوئے اخلاص، نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔

"آؤ ہم دلوں کی عمارتیں بنائیں" کے الفاظ کے دھارے مختلف جہت کو نکلتے ہیں اور ایک سے زائد مضامین یہ فقرہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس آرٹیکل میں دل کے لفظ پر اس کے معانی اور دلکش اسباق کا ذکر اختصار سے کیا جائے گا۔ یہ معانی وتفسیر خود "دلوں کی عمارت" کی طرف توجہ دلاتی جائے گی۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے وہ اگر اچھا ہے تو تمام جسم اچھا ہے اور اگر وہ خراب ہے تو تمام جسم بیمار (روحانی، مادی) ہوجاتا ہے اور وہ دل ہے (بخاری کتاب الایمان)

گویا ہر فرد جماعت کو جماعت میں مرکزی کردار کا حامل ہونا چاہیے اور اسے روحانی طور پر اس قدر صحت مند اور مضبوط ہونا چاہیے کہ تمام جماعت صحت مند رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قلب انسان بھی حجر اسود کی طرح ہے اور اس کا سینہ بیت اللہ سے مشابہت رکھتا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 120)

اسی طرح آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ (صحیح مسلم) کہ تمام بنی آدم کے دل رحمٰن خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں جو اسے الٹاتا ہے جیسا چاہتا ہے۔ اس ناطے ہر فرد جماعت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ رحمٰن خدا کی صفت کے تابع رہ کر جماعت احمدیہ میں رہے جس کے انگنت احسانات ہیں جو بغیر مانگے اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی پر کئے ہیں۔

آنحضور ﷺ نے ایمان کی تصدیق دل سے کروائی ہے (کنز العمال) بلکہ ابن ماجہ باب فی الایمان میں ایمان کی تشریح یوں کی کہ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے خدا کی شناخت ہو۔ زبان سے اقرار ہو اور اس کے احکام پر عمل ہو۔ اسی لئے تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے (مسلم)

اس حوالہ سے ہر احمدی کو اپنے اعمال حسنہ کی روشنی سے جماعت احمدیہ کے دل کو روشن رکھنا ہے اور دلوں کی ایسی عمارت تعمیر کرنی ہے۔ جس میں ایسا ایمان راسخ ہو۔ جو ذرا سی مخالفت یا کمزوری کی وجہ سے لرزا نہ جائے، وہ نہ ڈولے بلکہ فولادی میخ کی طرح مضبوط ہو۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہورہی ہو۔

جب مختلف طبائع کے انسان ایک معاشرے میں، ماحول میں اکٹھے رہ رہے ہوں تو اختلاف ہو ہی جاتے ہیں اچھائیاں تو دکھلائی دیتی ہی ہیں ایک دوسرے کی کمزوریاں بھی دکھلائی دینے لگتی ہیں۔ ان حالات میں داعی الی اللہ بن کر معاملہ فہمی ضروری ہے اور سمجھانے کے سلسلہ کا آغاز ہے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل ہی میں بُرا منائے اور اس کمزوری کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اسے ایمان کا کمزور ترین درجہ کہا گیا ہے۔ اسے دل کے ذریعہ جہاد کرنا کہا گیا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان) نیز ایک دوسرے کے لئے درد دل، ایثار، اخوت، برداشت، صبر، ضبط نفس، تحمل اور بردباری وغیرہ صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ ان تمام صفات کا تعلق انسانی دل ہی سے تو ہے۔ ان کے مقابل پر دل سے تعلق رکھنے والی نیکیاں بھی تو ہیں جن کو معاشرہ میں اپنائے رکھنا ضروری ہے تا دلوں کی عمارت قائم ہو۔

آنحضور ﷺ نے التقویٰ ھٰھُنا کہہ کر تقویٰ کی آماجگاہ کو دل ہی قرار دیا ہے۔ (مسند احمد حدیث 11933) لہٰذا اجماعتی ماحول میں دلوں کی عمارت بنانے کے لئے ہمارے دل تقویٰ سے مزین ہوں۔ تاجس مقصد کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس کا حصول آسان ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں تو بہت دُعا کرتا ہوں کہ میری جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے۔ میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کرلیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جاکر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو اس تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں مرتا ہے وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیوں کہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔" (تبلیغ رسالت جلد 10 صفحہ 61-62)

دل کا ذکر الٰہی اور شکر الٰہی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ آنحضور ﷺ نے ذکر الٰہی کرنے والوں کو زندہ قرار دیا ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات) اور آنحضور ﷺ نے ایک مومن کو ایسی دُعا سکھلائی ہے جس میں ذکر، شکر اور اس کے نتائج کے طور پر حسن عبادت کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ) کہ اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر کے لئے میری مدد فرما، اپنی خوبصورت عبادت کی مجھے توفیق دے۔

لہٰذا ہمارے دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے ہمیشہ لبریز رہنے چاہیں کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا سلام کہہ کر قبول کرنے کی توفیق دی اور ان کے تابع خلافت جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ جن کی فرمانبرداری اور اطاعت بشاشت قلب سے کرنی ضروری ہے۔

پس دلوں کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے ہم تمام ممبران جماعت پر لازم ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو اپنے دلوں میں اُتاریں۔ بلکہ اس کی خوشبو سے ماحول کو معطر رکھیں۔ جس طرح مادی عمارت میں اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ پیوست ہوتی ہے اور سیمنٹ یا گارے کے ساتھ آپس میں جڑتی چلی جاتی ہے اور دیواریں، چھت بنتی چلی جاتی ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ دنیاوی عمارت کی گاہے بگاہے مرمت بھی کروائی جاتی ہے۔ رنگ و روغن اور white wash بھی کروایا جاتا ہے تا عمارت پہلے سے بڑھ کر خوبصورت لگتی رہے۔ اسی طرح روحانی عمارت، دلوں کی عمارت کے لئے روحانی سیمنٹ و گارا یعنی تقویٰ سے تمام اینٹوں یعنی اخلاق حسنہ کو جوڑتے چلے جائیں۔ اور گاہے بگاہے ان کی مرمت اور رنگ و روغن استغفار، ندامت، اللہ کے حضور جھک کر کرتے چلے جائیں اور سورۃ الحجرات آیت 8 میں بیان صحابہؓ رسول ﷺ کی یہ علامت اور خوبی ہر فرد جماعت میں نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ (الحجرات: 8) کہ اللہ نے تمہارے (صحابہ) لئے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کے لوگوں کے لئے سب سے پہلے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے خیالات اور ارادوں کی اصلاح کریں۔ بہت لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ سب سے ضروری یہی بات ہے کہ انسان کو اپنے قلب پر قبضہ حاصل ہو۔ جس کو دل پر قبضہ اور اختیار حاصل ہوگیا اسے سب کچھ حاصل ہوگیا۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا کہ ابو بکر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی وجہ سے فضیلت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس چیز کی وجہ سے فضیلت رکھتا ہے۔ جو اس کے قلب میں ہے۔ (نزہت الجالس مصنفہ شیخ عبد الرحمان الصفوری جلد 2 صفحہ 153 مطبوعہ مصر)۔ تو درحقیقت قلب میں پیدا ہونے والی چیز ہی ایسی ہے جو ظاہری اعمال پر بہت بڑی فضیلت رکھتی ہے۔ بہت لوگ نمازیں پڑھتے، روزہ رکھتے، زکوٰۃ دیتے، حج کرتے ہیں۔ لیکن انہیں کچھ نہیں حاصل ہوتا اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی نیت درست اور ارادہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک انسان ہوتا ہے جو ساری عمر جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے لیکن اس کے دل میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ مرتے وقت اسے ایسا دھکا لگتا ہے کہ دوزخ میں جاکر گرتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان ساری عمر ایسے کام کرتا رہتا ہے۔ جو بظاہر دوزخیوں والے ہوتے ہیں اور وہ دوزخ کے قریب پہنچ جاتا ہے لیکن اس کے قلب میں ایسی بات ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اسے دوزخ میں گرنے سے کھینچ لیتا اور جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ (ترمذی ابواب القدر باب ماجاء ان الاعمال بالخواتیم) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ظاہری اعمال کامیابی کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ ظاہری اعمال خواہ انسان کتنے ہی کرے۔ اگر اس کے قلب میں نور، ایمان اور اخلاص نہ ہو تو چھوٹی چھوٹی باتوں سے اسے ٹھوکر لگ جاتی ہے اور کہیں سے کہیں جا پڑتا ہے۔ اور چونکہ اس کے اعمال بہت ہی محدود اور سطحی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا بہت کم نتیجہ نکلتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں روحانی لہریں بہت گہری اور پائیدار ہوتی ہیں اور وہ قلب سے نکلتی ہیں۔ اس لئے قلب کی اصلاح سب سے ضروری اور اہم ہے۔ ایسا انسان جو ظاہری طور پر اسلام کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ مگر اس کے قلب میں کوئی ایسی لہر پیدا ہوتی ہے جو اسلام کی اشاعت میں روک ہے تو وہ اسلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کو ہوشیار رہنا چاہیے اس کے جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ وہ خراب ہوجائے تو اس کا سارا جسم خراب ہوجاتا ہے۔ اور وہ اچھا ہو تو سارا جسم اچھا ہوتا ہے۔ اور وہ دل ہے (ابن ماجہ کتاب الفتن باب الوقوف عند الشبھات)۔ پس جب کسی کے دل میں بدخیال آتے ہیں تو اس کا سارا جسم بُرا ہوجاتا ہے۔ اور جب نیک خیال آتے ہیں تو اس کا سارا جسم اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے قلب کا صیقل کرنا اور اس میں پاکیزگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے.......... پس میں آپ لوگوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے قلوب کی اصلاح کرو تا کہ تمہارے ذریعہ اشاعت اسلام میں آسانیاں پیدا ہوں اگر ہماری جماعت کے لوگ قلب کی پوری پوری اصلاح نہ کریں گے۔ تو نہ صرف خود ایمان کے اعلیٰ درجہ کو حاصل نہ کرسکیں گے بلکہ دوسروں کے ایمان لانے میں بھی روک بنیں گے۔ آج کل کئی لوگوں نے اصلاح چندہ دینا سمجھ رکھی ہے اور وہ اپنی ہمت کے مطابق چندہ دیتے ہیں وصیتیں کرتے ہیں اور بھی کئی قسم کی قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر بعض اوقات چھوٹی سی بات سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو ان کے ظاہری اعمال اچھے تھے لیکن ان کے دل میں ایمان مضبوطی کے ساتھ گڑا ہوا نہیں تھا۔ اور انہیں قلب کی پوری صفائی حاصل نہ تھی.......... پس سب سے ضروری بات یہی ہے کہ قلب کو صاف کیا جائے اور اسے ہر قسم کی آلائشوں اور پلیدیوں سے پاک رکھا جائے۔ آپ لوگوں کو اس طرف خاص توجہ کرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ صرف ظاہری اعمال سے کام نہیں چلتا۔ اس وقت تک نمازیں، نمازیں نہیں کہلا سکتیں۔ روزہ، روزہ نہیں کہا جاسکتا، اور حج، حج نہیں ہوسکتا، زکوٰۃ، زکوٰۃ نہیں کہی جاسکتی۔ جب تک قلب صاف نہ ہو، اور قلب میں پاکیزگی پیدا نہ ہوجائے۔ اور جب قلب صاف ہوجائے تو پھر سب باتیں خود بخود صاف ہوجاتی ہیں.......... اگر آج ہماری ساری جماعت اپنے قلوب کو صاف کرے اور ایسا بنالے کہ کوئی ٹھوکر، کوئی تکلیف، کوئی مشکل اور کوئی مصیبت اسے صراط مستقیم سے ہٹا نہ سکے اور دشمن تو الگ رہے اگر اپنوں سے بھی کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو بھی عقائد سے متزلزل نہ ہو۔ کیونکہ اس نے کسی کے لئے حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے مانا ہے۔ پس اگر ہماری جماعت کے تمام افراد کو یہ بات حاصل ہوجائے۔ تو موجودہ صورت سے کئی گنا بڑھ کر ہماری ترقی کی رفتار تیز ہوجائے گی۔ اور جس طرح سیلاب کے سامنے بڑی بڑی عمارتیں اور دیواریں گرتی اور مٹتی جاتی ہیں اسی طرح اس روحانیت کے دریا کے سامنے کفر کی عمارتیں دھڑا دھڑ گرتی چلی جائیں گی۔ پھر قلب کی صفائی کے ساتھ ظاہری صفائی کی بھی ضرورت ہے اس لئے اس سے بھی غافل نہ رہنا چاہیے اور اپنے فرائض کی اہمیت اور موقع کی نزاکت کو خوب اچھی طرح محسوس کرنا چاہئے۔‘‘

(اصلاح اعمال کی تلقین، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 175-179)

☆...☆...☆

آج کی دعا

رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّي الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِيْ تَطْهِيْرًا

ترجمہ: ’’اے میرے رب! مجھ سے ناپاکی کو دور رکھ اور مجھے ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے‘‘۔

حضرت مسیح موعودؑ کو ایک کشف میں طہارت و پاکیزگیٔ نفس کے لئے یہ دعا الہاماً سکھائی گئی۔

قریباً 1878 میں آپؑ نے گورداسپور میں ایک رات ایک رؤیاء میں یہ (مندرجہ بالا) دعا کی۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہوگیا۔۔۔۔۔ میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے اور پھر میں ہر وقت محسوس کرتا رہا کہ ایک آسمانی کشش میرے اندر کام کر رہی ہے یہاں تک کہ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ وہی ایک ہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بتمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہوگئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہوسکتی‘‘۔

(تذکرہ صفحہ 23،24)

حضرت مسیح موعودؑ اولاد کے حق میں دعائیں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نجات ان کو عطا کر گندگی سے
برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا! بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

مبلغین برطانیہ کا تعارف

حضرت مولوی مبارک علی صاحب بی۔اے بنگالی
سابق مبلغ انگلستان، جرمنی کے پہلے مبلغ اور امیر صوبہ بنگال

(مکرم ندیم احمد بٹ صاحب مربی سلسلہ)

صوبہ بنگال میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیغام حق پہنچااور وہاں کے کچھ خوش نصیب بزرگوں کو قادیان جاکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔اہل بنگال میں سے جو احمدیت کی نعمت عظمٰی سے مالامال ہوئے وہ ہیں حضرت احمد کبیر نور محمد صاحبؓ (تعلق چٹا گانگ، بیعت 1905ء/ 1906ء)،حضرت رئیس الدین خان صاحبؓ (بنگال ضلع کشور گنج ،بیعت 1905ء/ 1906ء)، مکرمہ النسآء صاحبہؓ اہلیہ حضرت رئیس الدین صاحبؓ (بیعت 1907ء)، مکرم عبدالخالق صاحبؓ (تعلق مغربی بنگال ضلع مرشد آباد بھرت پور گاؤں،بیعت مئی 1908ء کے مہینہ کے بعد)، حضرت مولوی خان صاحبؓ اورحضرت مبارک علی صاحب بنگالی۔حضرت مبارک علی صاحب بنگالی کی تفصیل کچھ یوں ہے:

مختصر حالات زندگی

حضرت مولوی مبارک علی صاحب بنگال کے ضلع بوگرا کے دِگدایر (Digdair) گاؤں میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم کا نام عرض الدین تھا۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے ’’پاٹھ سالہ‘‘میں حاصل کی اس کے بعد بوگرا کے ضلع سکول میں داخل ہوگئے اور 1900ء میں انہوں نے بہت ہی اچھے نمبروں کے ساتھ ضلع سکول بوگرا سے Entrance کا امتحان پاس کیا اور سکالرشپ حاصل کی۔

انہوں نے کلکتہ کے مشہور معروف Presidency College سے اپنی تعلیم بی اے تک مکمل کی۔بعض احباب کے مشورہ سے اس کے بعد قانون دان بننے کی نیت سے BL کی پڑھائی شروع کردی۔لیکن تھوڑے عرصہ میں ہی چھوڑ دی۔ اس دوران ان کے ایک دوست کے ذریعہ ان تک رسالہ ریویو اوف ریلیجنز کی ایک کاپی پہنچ گئی۔ اس کو پڑھنے کے بعد سے حقیقی اسلام کی تلاش اور جستجو اور تیز ہوگئی۔ کالج کی لائبریری میں باقاعدہ ریویو آف ریلیجنز کے شمارے پہنچتے تھے اور یہ بزرگ بھی بڑے شوق اور لگن سے انہیں غور سے پڑھتے تھے بلآخر 1909ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ نے قادیان آکر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 1911ء میں آپ چٹا گانگ مسلم ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ دسمبر 1913ء میں قادیان میں آگئے۔ قادیان سے جب گھر واپس آئے تو حسب معمول مخالفت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہر طرف سے ’’قادیانی ہوگیا کافر ہوگیا‘‘ کی چیخ و پکار سنتے رہے۔آپ سے بدسلوکیاں ہوتی رہیں لیکن آپ نے ایمان لانے کے بعد پوری استقامت دکھائی اور نتیجہ مخالفت کی آندھی تھوڑے عرصہ میں ہی دھوئیں کی طرح غائب ہوگئی۔

آپ کی بیعت کا تفصیلاً واقعہ یہ ہیں کہ دوران کالج ایک نوجوان استاد نے ان سے سوال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام معجزات دکھا رہے ہیں حالانکہ یہ جھوٹے ہیں۔ایک فریبی اور دھوکا باز انسان سے یہ تمام امور کس طرح صادر ہو سکتے ہیں؟اس پر ایک ادھیڑ عمر استاد جو کہ ایک مشہور پیر کے مرید بھی تھے،جوش میں آگئے اور جذباتی ہو کر کہا کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی کمال نہیں۔وہ ایک جادو گر ہے اور اس نے کچھ جِن قابو میں کئے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ سارے کام نکلوا رہا ہے۔نعوذ باللہ من ذالک۔اس پر ساری مجلس میں خوب قہقہہ لگا اور سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہنسنے لگے مگر یہ بات مولوی صاحب کے دل میں پھنس کر رہ گئی اور اس کے اس جواب سے آپ اور بھی زیادہ تحقیق کرنے لگ پڑے۔ چنانچہ انہوں نے بنگالی اور انگریزی میں مذہبی سیاسی اور فلسفی لٹریچر کا مطالعہ شروع کردیا۔ پس 1905ء سے 1906ء کے دوران آپ نے بائبل،ہندوؤں کی کتب اور مسلم کتب پڑھ ڈالیں۔ اسی طرح مولوی صاحب گھر پر قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ایک دن جب آپ قرآن کریم کی کسی آیت پر غور کر رہے تھے اور آنکھیں موندے بیٹھے تھے تو ان کو ایک نظارہ نظر آیا۔کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمرہ ہے جس میں ایک بزرگ پگڑی پہنے بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے کچھ اور لوگ ہیں جو ان کے عقیدت مند معلوم ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کے چہرے بہت خوبصورت سرخ و سفید ہیں۔ وہ بزرگ دور بیٹھے ہیں مگر آہستہ آہستہ وہ قریب آتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے بہت قریب آجاتے ہیں اور آخر کار وہ اتنے قریب ہوتے ہیں کہ ان کے جسم میں سما جاتے ہیں۔ پھر یہ واقعہ مولوی صاحب کو کئی دفعہ نظر آیا۔اس کے بعد آپ قانون گو کی ملازمت کے سلسلہ میں فرید پور تشریف لے گئے۔ اِسی دور کی بات ہے کہ جب آپ انسان کی ہستی اور انجام کے بارہ میں سوچ و بچار میں مشغول تھے، کلکتہ میں سخت قحط پڑا اور آپ نے انسانی ہمدردی کی آرگنائزیشن خادم الاسلام کے جنرل سیکریٹری صاحب کے ساتھ مل کر لوگوں کی فلاح کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔ اس دوران آپ نے اس بات کو شدید محسوس کیا کہ انسان کس قدر گھاٹے میں ہے اور اس چیز نے آپ کی حقیقی سچائی کی تلاش میں بہت معاونت کی۔اسی نیکی کی تلاش میں آپ 1909ء میں قادیان جاپہنچے۔جب آپ قادیان گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک پگڑی والے بزرگ بیٹھے ہیں اور اس کے سامنے مختلف عمروں کے مختلف لوگ بیٹھے ہیں اور وہ بزرگ ان کو قرآن کریم پڑھا رہے ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے اس بزرگ کے پاؤں چھو کر سلام کرنا چاہا تو انہوں نے منع کیا کہ یہ اسلامی طریق نہیں ہے۔آپ نے قادیان کے عرصہ میں انہیں جانچنا شروع کردیا کہ کیا یہ سیدھے راستے پر ہیں کہ نہیں۔ نیز انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کردار اور سیرت کے بارہ میں پوچھنا شروع کیا اور غور کرنا شروع کردیا۔آپ نے مختلف مکتبہ ہائے فکر کے لوگوں سے پوچھنا شروع کردیا جیسے ہندو اور مسلمان اور سکھ شامل ہیں۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فوت ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا اس لئے بہت سے صحابہؓ اور بزرگان سے ملاقات بھی ہوگئی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کی تربیت اور قوت قدسیہ تھی کہ وہ جو بھی سوال کرتے تو اس کا جواب خواہ وہ مسلمان ہو، ہندو ہو یا سکھ ہو، جواب ایک ہی سا ہوتا تھا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ قادیان کی زندگی بہت سادہ اور قرآنی تعلیم کے عین مطابق تھی۔ اور لوگوں کا رہن سہن اسلام کے عین مطابق تھا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ ’’میں نے دنیا میں جنت دیکھ لی ہے۔‘‘ اب ان کو پتہ چلا کہ یہ وہی آدمی ہے جو میں نے خواب میں دیکھا اور آپ بیعت کے لئے تیار ہوگئے۔ جب آپ بیعت کے لئے گئے تو حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا کہ ابھی تمہارا بیعت کا وقت نہیں آیا اس پر آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور اور زیادہ تحقیق شروع کردی۔ آخر کار وہ ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پاس گئے اور کہا کہ حضور میں بہت دل گرفتہ ہوں اور آخر کار بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد وہ اپنی گزشتہ زندگی کے بارہ میں بے انتہاء روئے۔ اتنا روئے کہ زندگی میں اتنا نہ روئے تھے۔ اور آپ نے کہا کہ ’’حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی جان اسلام کی راہ میں قربان کر دینا چاہتا ہوں۔‘‘ آپ نے قادیان میں قیام کے دوران حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی شاگردی سے بہت کچھ پایا۔

اہلیہ و اولاد

مکرم مبارک علی صاحب کی شادی اپنے رشتہ داروں میں مکرمہ واجدہ بیگم صاحبہ (وفات 1980ء) سے ہوئی۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1) مکرمہ محسنہ خانم صاحبہ اہلیہ مکرم مصطفیٰ علی صاحب

2) مکرمہ رقیہ نذیر صاحبہ

3) مکرم رفیع احمد صاحب (ڈھاکہ میں رہائش پزیر ہیں۔)

نیک انسان کا واقعہ

مولوی مبارک علی صاحب نے بی اے پاس کیا تو انہوں نے تدریس کا شعبہ اختیار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وکالت بھی پڑھنا شروع کر دی۔ ان کے چچا عدالت میں مختار تھے اور ان کی خواہش تھی کہ آپ وکیل بنیں لیکن وکالت پڑھنے کے دوران مولوی صاحب نے مشاہدہ کیا کہ وکالت پڑھنے والے بعض طلباء بہت بے ایمانی سے کام لیتے ہیں اور کلاسز میں حاضر نہیں ہوتے اور دھوکا دہی سے ان کی حاضری لگ جاتی ہیں اور جب وکیل بن جاتے ہیں تو جھوٹے مقدمے لڑتے ہیں اس لئے ان کو اس پیشہ سے گھن آنے لگی مگر وہ اپنے چچا کی خواہشات کی تکمیل کے لئے اس پیشہ سے منسلک رہے۔ جبکہ ان کا ارادہ علی گڑھ یونیورسٹی سے MA کرنے کا تھا مگر انہوں نے اپنی خواہشات کی قربانی کر دی کہ میرے چچا جان کو تکلیف ہوگی۔

اور جب انہوں نے وکالت مکمل نہ کی تو ان کے چچا نے کہا کہ میں تم کو ڈپٹی مجسٹریٹ لگوا دیتا ہوں کیونکہ ان کے علاقہ میں کافی جان پہچان تھی۔ انہوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جی این گپتا سے بات کی اور اس نے ان کو ڈپٹی مجسٹریٹ کا عہدہ دے دیا اور دار جیلنگ میں ان کو رپورٹ کرنے کو کہا، جہاں برائے نام ان کا انٹرویو ہوا اور ان کو نوکری مل گئی۔ ان کی عمر اس وقت 24 سال لکھی گئی جو کہ غلط تھی۔ مولوی صاحب اپنی مقررہ جگہ پر چلے تو گئے مگر ان کے دل میں یہ خلش رہی کہ میں مجسٹریٹ ہو کر جا رہا ہوں جس نے دوسرے لوگوں کو جھوٹ بولنے پر سزائیں دینی ہیں جبکہ میں تو خود جھوٹ کے سہارے پر نوکری لے کر جا رہا ہوں۔ پس انہوں نے دار جلنگ ایک خط لکھا اور اپنی نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ مجھے بیلوں کے پیچھے ہل چلانا بہتر ہے اس سے کہ میں جھوٹ کے سہارے نوکری حاصل کروں۔ اس پر جی این گپتا نے ان کو اپنے دفتر بلایا اور کافی سرزنش کی اور کہا کہ تم اس لائق نہیں کہ تم کو یہ نوکری ملے تم شعبہ تعلیم میں ہی ٹھیک ہو تم وہاں چلے جاؤ۔ پس آپ شعبہ تعلیم سے ہی منسلک رہے۔

خدمات

خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی جماعت کی خدمت کے لئے مختلف پیرایوں سے تیار کیا تھا۔ 1909ء کے ماہ دسمبر میں آپ نے شعبہ تعلیم میں ملازمت کی اور پہلی تقرری آپ کی ضلع پابنا کے سرکل دلائی میں بطور سکول سب انسپکٹر ہوئی۔ چھ ماہ بعد آپ ڈھاکہ میں واقع Teachers Training College میں بطور (Bachelor in Teachin داخل ہوئے اس وقت Bachelor in Teaching کو کہا جاتا تھا۔ ٹریننگ کے بعد آپ کا تبادلہ چٹاگانگ کے مشہور معروف ادارہ چٹاگانگ مدرسہ ہائی سکول (اس وقت اس کا نام گورنمنٹ مسلم ہائی سکول ہے) میں 1911ء میں ہوا۔ مارچ 1915ء میں آپ اسی ہائی سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1919ء تک اسی سکول میں آپ نے بطور ہیڈ ماسٹر پیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ چٹاگانگ میں سرکاری نوکری کے سلسلہ میں قیام کے دوران آپ ایک طرف اس ادارہ کی توسیع اور ترقی کے کاموں میں مصروف رہے اور اس کے ساتھ ساتھ احمدیت کی تبلیغ میں مگن رہے۔ اس دوران چٹاگانگ کے مقامی معززین اور دیگر سرکاری عمال کو آپ نے دعوت حق پہنچائی۔ اس کے نتیجہ میں آپ کو بہت عمدہ پھل عطا ہوئے جنہوں نے آگے جماعت احمدیہ کی گراں قدر خدمت کی توفیق پائی۔ حضرت مولوی مبارک علی صاحب 1913ء کے دسمبر سے ایک سال کے لئے بلا اجرت سرکاری چھٹی لے کر قادیان پہنچے اور وہیں وقت گزارا۔ یہ چھٹی قادیان کی پاک سرزمین میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے ساتھ ترجمۃ القرآن کے کام میں حصہ لینے کے لئے لی تھی۔ نیز اس دوران آپ نے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے ہمراہ کئی ماہ تک بنگال کی مختلف جگہوں پر تبلیغ حق کا انتظام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بابرکت خلافت کے آخری چند ماہ آپ کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل کی۔ 1915ء کے آغاز میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے قائم کردہ انگریزی ترجمہ کے بورڈ ممبر بنے اور پھر چند ماہ خدمت کرنے کے بعد سرکاری چھٹی ختم ہوجانے کی وجہ سے مجبوراً واپس تشریف لے آئے۔ واپسی پر آپ اپنی سرکاری ڈیوٹیوں کے ساتھ ساتھ تبلیغ حق کے کام میں مصروف ہوگئے۔ آپ صوبہ بنگال (بنگلا دیش اور مغربی بنگال ملاکر) میں قائم شدہ پہلی انجمن احمدیہ کے ممبر بنے۔ 1919ء کے آخری ایام میں خلافت ثانیہ کی طرف سے آپ کو نائیجریا جانے کا ارشاد موصول ہوا۔

سفر انگلستان اور جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے آپ جنوری 1920ء میں بمبئی سے بذریعہ بحری جہاز لندن پہنچے۔ اس وقت نائیجیریا جانے کے لئے براستہ انگلستان جانا ہوتا تھا اور جہاز کے لئے کئی کئی دن یا ہفتے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اسی دوران 18 ستمبر 1921ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو انگلستان کے مشنری انچارج صاحب کے ساتھ مل کر کام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور فروری 1921ء میں نائیجیریا کے لئے حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیرؓ روانہ ہوگئے۔ 1922ء میں حضور نے آپ کو جرمنی کے برلن شہر میں جانے کا ارشاد فرمایا۔ جہاں پر 1924ء تک آپ کا قیام رہا۔ جرمنی کی سرزمین میں پہلے احمدی مبلغ آپ ہی ہیں۔

آپ 1924ء میں حضورؓ کی اجازت اور ہدایت پر واپس اپنے ملک تشریف لے آئے۔ اسی طرح 1920ء تا 1924ء کا عرصہ آپ نے یورپ میں احمدیت کی تبلیغ کی توسیع کے کام میں صرف کیا۔ واپسی پر آپ کو پھر شعبہ تعلیم میں خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس دفعہ آپ کی تقرری مغربی بنگال کے ''مالدہ'' ضلع میں واقع سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر ہوئی۔ مالدہ اس وقت بھارتی بنگال کا حصہ ہے۔ اسی ثناء میں برطانوی حکومت نے آپ کی گراں قدر خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو ''خان صاحب'' کے لقب سے نوازا۔ آپ 1935ء میں اپنا وطن بوگرا واپس آئے اور بوگرا ضلع کے ایک سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1938ء میں آپ نے ریٹائرمنٹ حاصل کی اور اسی سال آپ صوبہ بنگال کے امیر جماعت مقرر ہوئے۔ 1949ء تک آپ نے صوبہ بنگال کے امیر جماعت کا فریضہ ادا کیا۔ دینی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے سماجی بہبود کا بھی بہت کام کیا ہے۔ بوگرا شہر میں ''گونگوں اور بہروں کے لئے ایک الگ انسٹیٹیوٹ'' بنایا ہے۔ اس کے بانی آپ ہی ہیں۔

آپ نے جماعت کے لئے بوگرا میں ایک مرکزی جگہ پر قطعہ زمین ہبہ فرمایا۔ بوگرا شہر کی مسجد و مشن اسی جگہ پر قائم ہے۔ علاوہ ازیں بوگرا شہر میں احمدیوں کے لئے ایک الگ قبرستان کی زمین آپ ہی کی طرف سے ہبہ کردہ ہے۔ انگریزی ترجمہ قرآن میں کام کے دوران آپ واپس بنگال چلے گئے تو بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو کشف میں دکھایا گیا کہ ''مبارک کو کیوں جانے دیا۔''

1947ء تا 1949ء برصغیر کی تقسیم کے بعد آپ مشرقی پاکستان کے امیر بھی رہے۔

وفات

مکرم مولوی مبارک علی صاحب کی وفات یکم نومبر 1969ء کو اپنے شہر بوگرا (bogra) میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولوی مبارک علی صاحب کا ذکر خیر

آپ کے داماد مکرم محترم مصطفی علی صاحب مرحوم ومغفور نے کئی مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ ''1944ء میں جب آپ کی پہلی تقرری بطور افسر شعبہ زراعت بوگڑا میں ہوئی تو آپ کو اس وقت خان صاحب مبارک علی صاحب کو قریب سے دیکھنے کا خوب موقع ملا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو آپ اپنی بیٹھک میں تمام فرش پر جائے نماز بچھواتے حالانکہ اس وقت اس شہر میں گنتی کے چند احمدی تھے اور سب ہر ایک نماز پر حاضر بھی نہیں ہو سکتے تھے، ایک دفعہ میں نے پوچھ ہی لیا کہ جناب! نماز میں ہم تو تین یا چار افراد حاضر ہوتے ہیں تو پھر کیا سارے کمرے میں جائے نماز بچھانا ضروری ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا جب اذان دے کر نماز شروع کرتے ہیں تو دعا یہی ہوتی ہے کہ خدایا نمازیوں سے کمرہ بھر جائے۔ اور اگر اتنی تعداد میں بندگان خدا نہیں بھی آتے تو لازماً خدا کے فرشتے خالی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے ساری جگہ پر جائے نماز بچھواتا ہوں۔''

(مکرم مولوی مبارک علی صاحب پر مواد خاکسار کو شعبہ تاریخ جرمنی نے فراہم کیا)

☆...☆...☆

نزلاً من غفور الرحیم

(عبدالمنان خان مغنی)

مورخہ 20۔اپریل 2020ء کے الفضل میں حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ کی تبلیغی خدمات کا ذکر پڑھ کر بہت سی پُرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔مگر ان تمام یادوں میں ایک واقعہ آیا ہے کہ جس کا اثر اب بھی دل و دماغ پر اس قدر گہرا ہے کہ جیسے کہ کل ہی کی بات ہو۔آج سے تقریباً پچاس ساٹھ سال قبل کی بات ہے کہ ایک دن علی الصبح میری والدہ ماجدہ خلافِ معمول گھر کا سودا سلف لانے والے خادم کو بار بار تاکیداً کہہ رہی تھیں کہ چنیوٹ سے تازہ سبزی آگئی ہوگی جلدی جاؤ اور ساری دکان میں دیکھ کر جہاں کہیں سے تازہ اتنی موٹی موٹی سبز مرچیں ملیں لے آؤ دیگر سبزی کے علاوہ آپ کا زیادہ زور سبز مرچوں پر تھا۔مزید براں کہتی چلی جارہی تھیں کہ جتنے کی بھی آئیں اچھی مرچیں لانا۔اس دوران میں یہ تمام باتیں سن کر سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں والدہ صاحبہ مرچوں پر اتنا زور کیوں دے رہی ہیں۔لیکن ادب کے تقاضے نے مجھے خاموش رکھا ہوا تھا۔دوپہر کو حسبِ معمول میں ان کے تکلے پر نماز ظہر کے لئے وضو کر رہا تھا کہ میں نے والدہ صاحبہ کی آواز سنی کہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے نماز کے لئے وضو کر رہا ہوں۔آپ اس وقت باورچی خانہ میں تھیں اور وہیں سے فرمایا کہ یہاں آؤ جب میں باورچی خانہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک ڈونگے میں ہانڈی سے کچھ ڈال رہی تھیں، اس دوران فرمانے لگیں۔ میں نے یہ مرچیں حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری صاحبؓ کے لئے خاص طور پر پکائی ہیں یہ ان کے لئے لے جاؤ۔

میں نے عرض کیا میں نماز پڑھ آؤں تو پھر لے جاؤں گا مجھے ڈانٹ کر فرمایا۔نہیں ابھی لیتے جاؤ۔یہ مرچوں کی ڈش انہیں دے کر پھر نماز کے لئے چلے جانا اور نماز سے فارغ ہو کر خالی برتن لے آنا۔میں نے ڈونگا پکڑ لیا اور حضرت حافظ شاہجہانپوری صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑا جو کہ ان دنوں سید عبدالباسط شاہ سابق معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے گھر مقیم تھے۔آپ کا گھر مسجد محمود کے غربی جانب ہوا کرتا تھا۔اور ہم تحریک جدید کے کوارٹرز میں مسجد محمود کے مشرقی جانب رہتے تھے۔اس لئے چند منٹ میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔حضرت حافظ صاحبؓ،عبدالباسط شاہ صاحب کی بیٹھک میں تشریف رکھتے تھے۔باہر دروازہ پر چک پڑی رہتی تھی۔ میں نے حسبِ سابق بلند آواز سے السلام علیکم کہا جس پر حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ نے میری آواز پہچان لی۔فرمایا ''عبدالمنان اندر آجاؤ''۔ جب میں بیٹھک کے اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ چارپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اور سامنے میز پر کھانا رکھا ہوا ہے مگر آپ نے کھانا تناول کرنا شروع نہیں کیا تھا۔میں نے عرض کیا حافظ صاحب میری والدہ صاحبہ نے خاص طور پر آپ کے لئے یہ سبز مرچیں تیار کر کے بھجوائی ہیں۔یہ کہتے ہوئے میں نے ڈونگا میز پر رکھ دیا حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ نے منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور بڑے والہانہ انداز سے فرمایا ''اللہ تیری شان'' میں نے عرض کیا کہ اب چلتا ہوں نماز ظہر ادا کر کے خالی برتن لے جاؤں گا۔اس پر آپ نے فرمایا ''ٹھہرو'' اور بلند آواز سے پکارا ''سیدہ'' اندر سے جوابًا ایک خاتون نے بھی بلند آواز میں جواب دیا کہ ''ماموں جان میں نے اچار میں بھی اور گھر میں سب جگہ دیکھا لیکن مجھے سبز مرچیں کہیں نہیں ملیں اب میں سرخ مرچ کوٹ رہی ہوں ابھی لے کر آئی''۔آپ نے فرمایا ''اب رہنے دو''۔اور مجھ سے کہا ''جاؤ''۔حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ کا مجھے روکنے کا مقصد آپ قارئین نے ہی سمجھ لیا ہوگا کہ تا اس عاجز کو بھی معلوم ہو جائے کہ آپ ان مرچوں کا انتظار فرمارہے تھے۔جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مہمان نوازی کے لئے بھجوائی تھیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے پیاروں کے متعلق فرماتا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (حم السجدہ:31-33)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور استقامت اختیار کی ،ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے لئے) خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ہم اس دنیوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔یہ بہت بخشنے والے اور بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہے۔

اس ایک واقعہ کو ہی دیکھ لیں اللہ تعالیٰ نے کیسے حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ کی خواہش کرنے سے بھی کتنا پہلے سے آپ کی خواہش کو پورا کرنے کے سامان شروع کر دیئے تھے۔میرے والد حضرت عبدالمغنی خان فرمایا کرتے تھے ''اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے دل میں کسی خواہش کے آنے سے پہلے ہی اس کا بندوبست کر چکا ہوتا ہے اور ایسا ہی اس واقعہ سے اظہر من الشمس ہوتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ڈش کی تیاری کی خدمت میری والدہ سے لے لی اور لے جانے کی سعادت مجھ ناچیز کو عطا فرما کر اپنے فضلوں کا گواہ بنالیا اور اس طرح یہ واقعہ خاکسار کے ازدیادِ ایمان کا بھی موجب بنا۔یہ عاجز اب تک اس واقعہ کو کیا احمدی اور کیا غیر احمدی سینکڑوں دوستوں کو سنا چکا ہے۔اس واقعہ میں غیر احمدی احباب کے لئے بھی زندہ ثبوت ہے کہ آج بھی خدا اپنے دین محمدیؐ کی جماعت کے نیک بندوں سے کس طرح فرشتوں کے ذریعہ اپنی ولایت کا یقین دلاتا ہے اور پھر مہمان نوازی بھی فرماتا ہے۔جیسے آج سے پندرہ سو سال پہلے کرتا تھا۔

فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (فاطر:44)

پس تم ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

☆...☆...☆

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

برا اثر ڈالتے ہیں یا پروگراموں میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ بچوں کی عمر کے لئے نہیں ہیں، اس عمر کے بچوں کے لئے نہیں لیکن خود گھروں میں اگر ماں باپ دیکھ رہے ہوں تو ایک تو یہ بات ہے کہ کبھی نہ کبھی بچوں کی نظر اس پروگرام پر پڑ جاتی ہے جب ماں باپ دیکھ رہے ہوں۔ دوسرے لاشعوری طور پر ماحول کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے اور بچوں کی تربیت بھی خراب ہو رہی ہوتی ہے۔ایسے ماں باپ جو ایسے پروگرام دیکھتے ہیں یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ خود یہ پروگرام دیکھنے کے بعد بالکل تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں پر قائم ہوں۔بعض دیر تک دیکھتے ہیں اور پھر صبح فجر پہ نمازوں کے لئے بھی نہیں جاگتے۔ پس والدین کا بھی فرض ہے کہ اپنے گھر کے ماحول کو پاک صاف رکھیں کیونکہ لاشعوری طور پر ان چیزوں کا بھی بچوں پر اثر پڑتا ہے اور تربیت پر اثر پڑتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ دعا کے لئے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بعض لوگوں کو کہہ دیا کرتے تھے کہ تم ایک نذر مقرر کرو میں دعا کروں گا۔یہ طریق اس لئے اختیار کرتے تھے کہ تعلق بڑھے۔اس کے لئے حضرت صاحب نے بارہا ایک حکایت سنائی ہے کہ ایک بزرگ سے کوئی شخص دعا کرانے گیا۔اس کے مکان کا قبالہ گم ہو گیا تھا۔ مکان کے جو کاغذات تھے وہ گم گئے تھے۔اس نے کہا میں دعا کروں گا پہلے میرے لئے حلوہ لاؤ۔وہ شخص حیران تو ہوا کہ میں دعا کے لئے گیا ہوں اور یہ مجھے حلوہ کا کہہ رہے ہیں۔مگر بہرحال اس کو دعا کی ضرورت تھی حلوہ لینے چلا گیا اور حلوائی کی دکان سے حلوہ لیا۔اور جب حلوہ اس نے لیا اور حلوائی اس کو ایک کاغذ میں ڈال کر دینے لگا جو کاغذ حلوائی کے پاس پڑا ہوا تھا تو اس نے شور مچا دیا کہ اس کاغذ کو نہ پھاڑنا۔ یہی تو میرے مکان کے کاغذات ہیں۔اسی کے لئے تو میں دعا کروانا چاہتا تھا۔غرض وہ حلوہ لے کر گیا اور بتایا کہ مجھے قبالہ یا وہ کاغذات مل گئے ہیں تو اس بزرگ نے کہا کہ میری غرض حلوہ سے صرف یہ تھی کہ تمہارے سے ایک تعلق پیدا ہو اور وہ تعلق دعا کے لئے تو پیدا ہونا ہی تھا تمہیں ظاہری فائدہ بھی ہو گیا۔

(ماخوذ از منصب خلافت۔انوار العلوم جلد2 صفحہ 49-50)

تو بہت سے ایسے واقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حوالے سے ملتے ہیں جب کسی مخلص کے کاروبار کی بہتری یا اس کی صحت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاص درد کے ساتھ اس لئے دعا کی کہ وہ آپ کے مشن، آپ کے اشاعت اسلام کے کاموں کے لئے مالی مدد بہت زیادہ کرتے تھے یا غیر معمولی کرتے تھے۔ پس ان قربانیوں کی وجہ سے خاص تعلق ان سے پیدا ہو گیا تھا۔

(خطبہ جمعہ 30/ اکتوبر 2015ء)

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ایڈیٹر کی ڈاک

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے، آپ کا مضمون ’’ایک یادگار تاریخی سفر اور حفاظت الٰہی کے نظارے‘‘ (22اگست 2020) پڑھا بہت اچھا! دلچسپ اور ایمان افروز مضمون ہے۔ ماشاءاللہ

آپ کا یہ مضمون ’’وقفِ زندگی‘‘ کے کٹھن ذمہ داریوں سے بھرپور مگر خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور برکتوں کو سمیٹنے والے سفر پر بھی روشنی ڈال گیا۔

میرے والد محترم محمد یوسف سلیم صاحب نے ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے بھی جامعہ میں یہ ’’پیدل سفر‘‘ کیا تھا۔ ان کی منزل جابہ نزد کلر کہار ضلع چکوال تھی۔ بچپن میں جب والد صاحب اس پیدل سفر کی ساری روداد بتاتے تو مجھے لگتا کہ یہ تو کوہ قاف کی کہانیوں جیسی داستان ہے۔ آخر والد صاحب کے پاس وہ کون سی جادو کی چھڑی تھی جس کے سہارے وہ اتنا لمبا، مشکل سفر پیدل کر پائے تھے۔ زادِ راہ شائد بھنے ہوئے کالے چنے تھے، اور آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔

اب سمجھ آئی کی وہ محبتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ اور خلافت کی محبت ہی تھی جس پر ایک واقفِ زندگی اپنا تن، من، دھن قربان کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے واقفینِ زندگی ہی جماعت کا وہ ہراول دستہ ہیں جو پیارے حضور ایدّہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت قیادت میں ترقی کی راہوں پر قدم آگے بڑھاتے ہی چلے جارہے ہیں۔ الحمدللہ

آپ سب واقفینِ زندگی تو وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں میں سب سے پہلے ہوتے ہیں۔سب واقفینِ زندگی پوری جماعت کا فخر ہیں۔ تمام واقفینِ زندگی کو سلام!!!

اللہ تعالیٰ آپ کو اور پوری الفضل ٹیم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آپ سب کو بہترین جزا عطا فرمائے، روزنامہ الفضل کو ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے۔ آمین

والسلام

قدسیہ محمود سردار

اُمید ہے کہ آپ بفضل تعالیٰ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مکمل صحت و سلامتی کے ساتھ مقبول اور احسن ترین خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے آمین۔

الحمد للہ الفضل کی آمد صبح روشن کی وہ نوید ہوتی ہے جو موسم کی گھٹن سے بے نیاز کر کے یوں شگفتہ اور معطر کر دیتی ہے کہ انسان چاق و چوبند اور مستعد ہوجاتا ہے۔

آج کل آن لائن لیکچرز کی وجہ سے کافی مصروفیت ہے تاہم مطالعہ الفضل جاری ہے اور وقت کی قلت کی وجہ سے دل مسوس کر رہ جاتی ہوں کہ بہت کچھ لکھنا اور کہنا چاہتی ہوں لیکن وقت نہیں مل پاتا۔

آپ کا فکرمندی سے ہمشیرہ سے میرا حال دریافت کرنا تو بس

مقروض کر دیا ہمیں تیرے خلوص نے

گذشتہ کچھ دنوں میں مضمون لکھنے کا کام بھی تھا اور کینیڈا میں مقیم چند عزیزوں کی طرف سے اجتماع کے مقابلہ جات کے لیے تقاریر لکھنے کی فرمائش بھی سو کافی مصروفیت رہی۔

اتفاق ایسا ہے کہ چند یوم قبل بھی اداریہ پڑھتے ہوئے اپنی کم مائیگی کے احساس کے ساتھ آپ کو بہت یاد بھی کیا اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی آپ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں سے ہم جیسے نئے لکھنے والے بھرپور طریقے سے فیضیاب ہوں، بہت کچھ سیکھیں لیکن اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے کماحقہ وقت فی الحال دستیاب نہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ جلد آپ کے ساتھ کسی نشست کا انتظام کرے،

آج کا اداریہ بہت ہی دلنواز تھا، کیا پاکیزہ مذاق تھے ان زمین پر چلتے پھرتے فرشتوں کے اور کیا اعلیٰ ظرف، کس طرح طلبا کی دلداری کرنے والے استاد تھے جن کا ورثہ آپ جیسے صاحب علم ہیں، اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے آمین۔

اتفاقاً خاکسار نے بھی آج ہی اپنی مادر علمی کے حوالے سے چند یادوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور آپ کے اداریہ نے مت پوچھیں قلب و دماغ پر کیسا اثر ڈالا ہے

یہ دل کے داغ تو دکھتے تھے یوں بھی پر کم کم
کچھ اب کے اور ہے ہجران یار کا موسم

مضمون ان شاءاللہ جلد بجھواؤں گی۔ دعا کی درخواست ہے۔

والسلام خاکسار زاہدہ یاسمین طارق

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مؤقر روزنامہ الفضل آن لائن حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے جاری فرمودہ قلمی جہاد میں ایک اہم فریضہ بطریق احسن ادا کر رہا ہے۔ نیز تعلیم و تربیت کے شعبہ میں بھی گرانقدر خدمات دینیہ بجالا رہا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے خطبات جمعہ، آج کی دعا اور جملہ مضامین نو جو متنوع عنوانات سے زیب پرچہ ہوتے ہیں وہ قارئین کی علمی تشنگی کو دور کرنے والے ہیں۔ جدت طرازی اور ندرت بھی اس کا حسن ہے۔ آپ، جملہ رفقا کار اور قلمی معاونین سب کی کاوش لائق تحسین و تعریف ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا فی الدنیا والآخرہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

والسلام۔ محمد اشرف کاہلوں

اہل قلم حضرات و خواتین مضامین لکھیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا ہے۔ اس میں یہی سِسّر ہے کہ زمانہ جنگ و جدل کا نہیں ہے بلکہ قلم کا زمانہ ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 151 زیرعنوان اس زمانہ کا ہتھیار قلم ہے)

اس ارشاد کی تعمیل میں قارئین الفضل سے مضامین، آرٹیکلز لکھنے نیز شعراء سے منظوم کلام بھیجنے کی درخواست ہے۔ یہ مؤقر اخبار آپ کا اپنا اخبار ہے۔ اس میں تربیتی، تعلیمی، اخلاقی، سائنسی، تاریخی، ادبی اور مختلف علوم و فنون پر مضامین لکھ کر درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں۔خواتین کھانا پکانے کی تراکیب اور آرٹ پر مضامین بھجوا سکتی ہیں۔ ہومیوپیتھی، یونانی طب کے حوالہ سے بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ دنیا بھر کے خوبصورت مقامات کی سیر بھی کراوئی جاسکتی ہے۔ ادارہ آپ کا بے حد ممنون ہوگا۔ (تمام مضامین ٹائپ شدہ اور ورڈ فارمیٹ میں ہوں)۔

info@alfazlonline.org

(ادارہ)

طلوع وغروب آفتاب

19 ستمبر 2020ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:52	18:20
مدینہ منورہ	04:51	18:21
قادیان	04:53	18:29
ربوہ	04:33	18:09
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:15	19:07